

گرچہ ہوں دیوانہ، پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب

آستین میں دشنہ پنہاں، ہاتھ میں نشتر کھلا

گو نہ سمجھوں اس کی باتیں، گو نہ پاؤں اس کا بھید

پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پس کر کھلا

ہے خیالِ حُسن میں، حُسنِ عمل کا سا خیال

خُلد کا اک در ہے، میری گور کے اندر کھلا

مُنہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں

زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے مُنہ پر کھلا

در پر رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا

جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیوں اندھیری ہے شبِ غم؟ ہے بلاؤں کا نزول

آج ادھر ہی کور ہے گا دیدہ اختہ کھلا

کیا رہوں غُربت میں خوش جب ہو حوادث کا یہ حال

نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بُرا کثر کھلا

اس کی اُمت ہیں ہوں میں، میرے رہیں کیوں کا اُمت بند

واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کھلا

یہ ہے کہ فیض کا یہ سلسلہ ہمیشہ

جاری رہے گا۔

۲۔ لغات۔ انجم :

انجم کی جمع۔ ستارے۔

رخشنده : چمکنے والے

روشن۔ تاباں۔

شرح : رات ہو گئی،

پھر روشن و تاباں ستاروں

کا ایک سماں آنکھوں کے

سامنے آشکارا ہو گیا اور اس

منظر کے کھلنے میں اہتمام اور

آرائش و زیبائش کا یہ عالم

ہے۔ گویا بتخانے کا دروازہ

کھل گیا۔

اہتمام اور آرائش میں

بتخانے کے دروازے کا

خیال شاعر کو یا تو اس وجہ

سے آیا کہ بتخانے خاص

اوقات میں عبادت کے لیے

کھلتے ہیں، بہر وقت کھلے نہیں

رہتے، نیز ان میں بتوں کو

سجا کر رکھا جاتا ہے یا اس

وجہ سے کہ خود ستاروں کی